

سرکاری عہدے کے کو منافع کیلئے ضرور استعمال کرنا چاہیے؟

مہاتیر محمد، انتہائی گھری سوچ میں تھا۔ بار بار ذہن میں متضاد قسم کے سوالات جنم لے رہے تھے۔ بطور انسان اسے کیا کرنا چاہیے۔ کیا اسے جائز طریقے سے امیر ہونے کا حق ہے کہ نہیں۔ بطور وزیر اعظم اسکے تمام اخراجات حکومت پورے کر رہی تھی۔ مگر کیا اسے حکومتی طریقوں سے متمويل ہونا چاہیے کہ نہیں۔ دو گھنٹے مسلسل سوچنے کے بعد مہاتیر بڑے قرینے سے اٹھا۔ نماز ادا کی اور بڑے سکون سے سو گیا۔ خواب گاہ میں جانے سے پہلے ذاتی سطح کا بڑا فیصلہ کر چکا تھا کہ حکومت ایک امانت کی طرح ہوتی ہے۔ اسے کسی بھی صورت میں ذاتی مفاد کیلئے استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ درست ہے کہ بطور وزیر اعظم اسکے پاس ایسے بے شمار موقع ہیں جنکے ذریعہ وہ بے تحاشہ دولت کا سکتا ہے۔ مگر اسے اپنی سوچ اور عمل کو ضبط میں رکھ کر اپنے عہدہ کے ذریعے معمولی سافائدہ بھی نہیں اٹھانا چاہیے۔ مہاتیر آرام سے سوتارہ اور صبح دفتر جا کر اس نے ایک فائل پر منظوری دے دی جو اسے گزشتہ رات سوچنے پر مجبور کرتی رہی۔ یہ مسئلہ کیا تھا۔ کون سا ایسا سوال تھا جو ملیشیاء کے وزیر اعظم کے ذہن پر نشتر بر سار ہاتھا۔ دراصل کوالا لمبور سے چند گھنٹوں کی مسافت پر لکا دی نام کا ایک خطہ ہے۔ اس میں ننانوے چھوٹے بڑے جزیرے موجود ہیں۔ آج کل یہاں کروڑوں سیاح سالانہ آتے ہیں۔ اربوں ڈالر کا زرِ مبادله حکومت وصول کرتی ہے۔ مگر ہائی قبل یہاں تفریح کیلئے کچھ بھی نہیں تھا۔ مہاتیر اسے ملیشیاء کا سب سے بہترین سیاحتی مقام بنانا چاہتا تھا۔ ایسی جگہ جہاں پوری دنیا سے سیاح قطار اندر قطار مسلسل آتے رہے۔ مگر اسکی بنیاد صرف ایک تھی۔ لنکا دی کو ہر قسم کے ٹیکس سے آزاد کر دیا جائے۔ اسے ٹیکس فری علاقہ قرار دینا تھا۔ یہ تدبیر بھی صرف اور صرف مہاتیر کے ذہن میں تھی۔ پورے ملک میں کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ مہاتیر ان جزیروں پر ٹیکس ختم کر رہا ہے۔ مگر یہیں سے قائدین کے کردار کا بھی امتحان شروع ہوتا ہے۔ جس سے قویں بگڑتی یا سنورتی ہیں۔ جسکے کردار کی ایک جھلک سے رعایا بھی ایمان دار یا بے ایمان ہو جاتی ہے۔ ملیشیاء میں کسی کے بھی علم میں نہیں تھا کہ لنکا دی کو بہت بڑی سہولت دی جا رہی ہے۔ لہذا وہاں زمین حدد رجہ سنتی تھی۔ ایک ایکڑ زمین کی قیمت تقریباً چار سے سے پانچ سو ملیشین رنگ تھی۔ مہاتیر محمد کے صرف ایک فیصلے سے اس زمین کی قیمت میں قیامت خیز تیزی آگئی۔ فیصلے کے صرف کچھ عرصے کے بعد لنکا دی میں ایک ایکڑ کی قیمت پانچ ملین ملیشین رنگ ہو چکی تھی۔ مہاتیر کیلئے بہت آسان تھا کہ فیصلہ کرنے سے پہلے اپنے خاندان کے افراد کو لنکا دی میں کوڑیوں کے مول زمین خریدنے کا کہہ دیتا۔ ایک دوا یکڑ نہیں، برس اقتدار خاندان وہاں سینکڑوں ایکڑ زمین بڑی آسانی سے خرید لیتا اور صرف ایک سال بعد وہ اس زمین کی قیمت میں اضافہ ہونے کے بعد کھرب پتی ہو جاتے۔ مگر مہاتیر نے ہر گز ہر گز ایسا نہیں کیا۔ اس نے لنکا دی میں ہر طرح کا ٹیکس ختم کر دیا۔ اس کا فائدہ ملیشیاء کے کاروباری طبقے نے بھر پور طریقے سے اٹھایا۔ لنکا دی حکومتی اور خی شبکہ کی محنت کی بد ولت آج پوری دنیا میں ایک بہترین سیاحتی جنت بن چکا ہے۔ یہ سب کچھ مہاتیر نے وزارت عظمی کا عہدہ چھوڑنے کے بعد ایک تقریب میں دوران تقریر بیان کیا۔ مہاتیر نے کہا کہ ہر مقتدر شخص کی زندگی میں ایسے لمحے آتے ہیں کہ اسے لاچ بھٹکانے کی کوشش کرتا ہے۔ لاچ، دولت بڑھانے کیلئے ہر جگہ اور ترکیب سمجھاتا ہے۔ مگر کسی بھی حکومتی عہدہ دار کا امتحان ہی یہ ہوتا ہے کہ اس ترغیب

اور جبلت کی کمزوری کو کسی شکست دے۔ یہی امتحان ہے اور اس میں کامیاب ہونا، یہ قوم کو ترقی کی طرف گامزن کروانے کا واحد راستہ ہے۔ مہاتیر نے کھل کر کہا کہ وہ بھی ایک انسان ہے۔ لنکادی کے فیصلے سے ذرا پہلے وہ سب کچھ کر سکتا تھا۔ مگر اس نے ہرگز ہرگز اپنے قانونی اختیار کو ذاتی مفاد میں استعمال نہیں کیا۔ اگر ملیشیاء آج دنیا میں ترقی کی شاہراہ پر دوڑ رہا ہے تو یہ صرف اور صرف مہاتیر محمد کے ایماندارانہ فیصلوں اور عملی تدبیر کی بدولت ممکن ہوا ہے۔

پر قیامت کا نوحہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں سرکاری عہدیداروں اور متعدد سیاستدانوں نے اپنے سرکاری عہدہ کا کیسا خوفناک استعمال کیا ہے۔ آپکو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ پورے ملک میں سرکاری اور خجی شعبہ کی بنیاد صرف اور صرف کرپشن ہے۔ ضروری نہیں کہ وزیر اعظم یا وزراء اعلیٰ یا وزیر، لوگوں سے کام کروانے کے پیسے لینے کو ہی کرپشن کہا جائے۔ بلکہ سب سے بڑی کرپشن اپنے بلند عہدہ پر موجود ہو کر مالیاتی معلومات کو اپنی دولت بڑھانے کیلئے استعمال کرنا ہے۔ ہمارے پورے نظام میں اس چیز کو عملی طور پر رُ انہیں سمجھا جاتا۔ زبانی جمع خرچ تو خیر بہت ہے۔ مگر جس سرکاری عہدہ دار کے پاس جو بھی معلومات موجود ہوتی ہیں، اسے اپنے مالی فائدے کیلئے استعمال کرنا فرض سمجھتا ہے۔ اسکی سینکڑوں نہیں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مثالیں ہمارے ارد گرد موجود ہیں۔ کیونکہ ہمارے نظام کی بنیاد ہی مالیاتی بے ضابطگی ہے، لہذا اتمام اعلانات کے باوجود ہم ترقی کرنے سے قاصر ہیں۔ ہم ایک ایسے اپاہج کی طرح ہیں جو اعلان کر دے کہ میں اولمپک مقابلے میں سب سے قیز دوڑ کر دکھاؤں گا۔ یہ جھوٹ نہ کوئی تسلیم کرتا ہے اور نہ ہی کسی کو کرنا چاہیے۔ ہمارے ساتھ بعینہ یہی معاملہ ہو رہا ہے۔ تمام تلفظی اعلانات اور خوش نما تقاریر کے باوجود ہم سیاسی، سماجی اور اقتصادی بدترین بدحالی کی مثال ہیں۔ اور اس معاملہ میں کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔

چھوٹی سی مثال دیتا ہوں۔ لاہور کے ارگ درنگ روڈ بنی تھی۔ یہ کوئی نیا نہیں بلکہ خاصہ پرانا منصوبہ تھا۔ مگر اصل چیز رنگ روڈ کا نقشہ تھا۔ یہ کس بستی سے شروع ہو گی، کہاں ختم ہو گی۔ کس کس زمینی ٹکڑے سے گزرے گی۔ کہاں پل بنے گا۔ کہاں سے ذیلی سڑکیں نکلیں گی۔ یہ سب کچھ ایک نقشہ کی صورت میں تھا۔ انتہائی ذمہ داری سے عرض کر رہا ہوں کہ اس نقشہ کو ماضی کے مقتندر لوگوں نے اپنی مرضی سے تبدیل کیا۔ صوبائی حکومت تبدیل ہوئی۔ نیا گروہ اقتدار میں آیا۔ ساتھ ہی پہلا حکم، رنگ روڈ کے نقشہ کو اپنی مرضی سے تبدیل کرنا تھا۔ اسکے ارد گرد زمینوں کوستے داموں خریدنے کی دوڑگی رہی۔ آپ حیران ہونگے کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ لوگوں کو یہ قوف بنانے کیلئے رنگ روڈ کے جعلی نقشے مار کیتے میں پھیلایا دیے گئے۔ مگر اصل نقشہ صرف اور صرف دو تین آدمیوں کے پاس موجود رہا۔ صرف رنگ روڈ میں، معلومات کی بنیاد پر اب لوگ روپے کمائے گئے۔ اگر آپ سوال اٹھائیں تو جواب بے حد سادہ ہے۔ کہ یہ تو جائز منافع ہے۔ زمین کی قیمت بڑھی تو منافع کی شرح بھی بڑھے۔ لیکن کوئی اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا کہ آپ کو معلوم کیسے ہوا کہ کستی زمین کہاں اور کب خریدنی ہے۔ اس سوال کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ رنگ روڈ ایک معمولی سی مثال ہے جسکی الائمنٹ کو تبدیل در تبدیل کرتے کرتے لاہور میں کئی نئے ارب پتی شامل ہو گئے۔ اور آج وہ سینہ ٹھوک کر کہتے ہیں کہ ہم تو مکمل طور پر ایماندار ہیں۔ اگر دھیلے کی کرپشن بھی ثابت ہو جائے تو سیاست چھوڑ دیں گے۔ یہ بیان کمکل طور پر درست ہے۔ کیونکہ انہوں نے واقعی کوئی کرپشن نہیں کی۔ انہوں نے

تو صرف اپنے عہدہ کی بدولت، مالیاتی معلومات کو اپنے ذاتی فائدے کیلئے بروقت استعمال کیا ہے۔ انکی نظر میں یہ تو معمول کی بات ہے۔ جائز کاروبار ہے مگر جن ممالک نے ترقی کرنی ہو، وہاں یہ ایک سُگین جرم ہے۔ چین جیسے ملک میں اس جرم کی سزا، گولی کے ذریعے سزاۓ موت ہے اور سرکاری گولی کی قیمت بھی مرنے والے کے لواحقین کو ادا کرنی پڑتی ہے۔

ملک کے کسی شعبہ میں جھانک کر دیکھ لجئے۔ آپکو بالکل یکساں حالات نظر آئیں گے۔ کہا جاتا ہے کہ سرکاری شعبہ میں بہت کرپشن ہے۔ درست بات ہے۔ مگر صاحبان! نجی شعبہ کی مالیاتی کرپشن کے سامنے تو سرکاری شعبہ طفیل مکتب ہے۔ نجی شعبہ میں زیادہ سے زیادہ منافع کو جائز گردانا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ نجی شعبہ کا مقصد ہی پیسہ بنانا ہے۔ مگر یہ کوئی نہیں کہتا کہ جناب، جائز اور ناجائز منافع میں بے انتہا فرق ہے۔ صرف امریکی سابقہ صدر، اوبامہ نے جائز اور ناجائز منافع میں فرق پر بحث کی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وال سٹریٹ میں کام کرنے والے افراد کے منافع اور بونس فُش (Vulgar) ہیں۔ شاہد اسی ایک جملے کی سزا میں امریکہ کے کارپوریٹ سیکٹر نے مالیاتی وسائل استعمال کر کے اوبامہ کو وائٹ ہاؤس سے باہر نکال دیا۔ اور کارپوریٹ سیکٹر کے ایک غلام کو امریکی صدر بنادیا۔ یہ نمائندہ ٹرمپ ہے اور اسکے متعلق کچھ بھی لکھنا اور بولنا بے سود ہے۔

اپنے ملک کی طرف دیکھتا ہوں تو ہر طرف حکومتی اور سیاسی عہدے دار پیسہ بنانے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ خیراب تو چند عدالتوں نے بھی سیاسی کرپٹ ترین حکمرانوں کے حق میں ایسے فیصلے صادر کر دیے ہیں۔ جن کے منقی مضرات، انکے ثبت پہلوؤں سے بہت زیادہ ہیں۔ دراصل ہمارے بد قسمت ملک میں سسٹم میں رہ کر، آپ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ بلاول ہاؤس کو بڑھانے کیلئے اردو گرد کے تمام گھروں کے سامنے کوڑے کر کٹ کے انبار لگوں اسکتے ہیں، تاکہ مکین تنگ آ کرستے داموں وہ جائیداد آل زردار کو فروخت کر دیں۔ یہاں، اپنی ذاتی متعدد شوگر میں لگانے کے بعد تی شوگر ملوں پر پابندی لگادی جاتی ہے کہ تاکہ لوگوں کو جائز کاروبار کرنے کی سوچ بھی نہ آئے۔ یہاں ذاتی مرغی اور انڈے کے کاروبار کو بڑھانے کیلئے، دیگر تمام پولٹری فارموں کو دفعہ 144 کے ذریعے مجبور کر دیا جاتا ہے کہ وہ اپنا کاروبار ضلع کی حدود سے باہر نہیں کر سکتے۔ صاحبان! یہاں سب کچھ جائز ہے۔ سسٹم کی آڑ میں ناجائز طور پر امیر ہونے کو اب قاضی کی طرف سے بھی بھر پورا جائز۔ لہذا، کس بات کا ڈر۔ سب کچھ ایسے ہی چلتا رہیگا! جو یہ سب کچھ نہ کرے، وہ شاہد بیوقوف ہے!

راو منظر حیات